نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

مسیح شاعر

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی مسیح شاعر

یہ رسالہ کسی شخص کی ذاتی دشمنی یا اندھی نفرت کے تحت نہیں لکھا جا رہا بلکہ "تنقید برائے اصلاح" کے اصول پر مرتب کیا جا رہا ہے، یعنی مقصد یہ ہے کہ دعویٔ نبوت جیسے عظیم اور نازک مسئلے کو دلیل، عقل اور نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں پرکھا جائے اور یہ بتایا جائے کہ جس شخص کی زندگی، مزاج اور طرزِ فکر نبوی اسلوب سے ٹکراتی ہو وہ نبی تو کیا، نبی کا سایہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس رسالے میں خاص طور پر مرزا غلام قادیانی کی شاعری، اس کا عاشقانہ اور فحش رنگ، اور اس کے اخلاقی وفکری پس منظر کو زیرِ بحث لایا جائے گا، تاکہ قاری خود فیصلہ کرے کہ ایسا شخص نبوت کا دعوے دار ہو سکتا ہے یا نہیں۔ انداز بیان سادہ، عام فہم، طنز و مزاق کے ہلکے رنگ کے ساتھ ہوگا، مگر مقصد ہنسی اڑانا نہیں بلکہ حقیقت دکھانا ہوگا۔

سب سے پہلا اصول یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نبی شاعر نہیں ہوتا۔ شاعری محض وزن، قافیہ اور تخیل کا کھیل نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک خاص مزاج ہوتا ہے۔ جذبات کی شدت، عشق و ہوس کے رنگ، مبالغہ، تخیلاتی پرواز اور بعض اوقات اخلاقی حدود سے تجاوز۔ نبوت اس مزاج کے بالکل برعکس ہے۔ نبی کی زندگی وقار، سنجیدگی، سچائی اور مقصدیت کا نمونہ ہوتی ہے، نہ کہ عشق و معشوق، حسن و شباب اور جذباتی ہیجان کا میدان۔ اسی لیے قرآنِ کریم نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صاف اعلان فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان

کے لائق ہے، وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن ۔

(سورہ یٰسین آیت 69)

یہ آیت صرف ایک تاریخی بیان نہیں بلکہ ایک اصولی قاعدہ ہے کہ نبوت اور شاعری کا مزاج آپس میں میل نہیں کھاتا۔ نبی کا کلام وحی ہوتا ہے، حق ہوتا ہے، ذمہ داری اور ہدایت کا پیغام ہوتا ہے، جب کہ شاعر کا کلام اکثر جذبات، تخیل، مبالغہ اور نفسانی کیفیات کا عکس ہوتا ہے۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام کی سیرت میں ہمیں کہیں بھی یہ نہیں ملتا کہ وہ عاشقانہ یا فحش شاعری کرتے ہوں، یا عورتوں، حسن، شباب اور خواہشات کے گرد اپنی زبان اور قلم کو گھماتے ہوں۔

اب اگر کوئی شخص دعویٰ نبوت بھی کرے اور ساتھ ہی اس کی زندگی میں یہ سب کچھ موجود ہو یعنی عاشقانہ شاعری، فحش اور بازاری اسلوب، جذباتی اور نفسانی موضوعات، طوائفوں، مجروں اور کوٹھوں کا ذکر اور شغف، تو عقلِ سلیم خود فیصلہ کر لیتی ہے کہ یہ نبوی مزاج نہیں بلکہ شاعرانہ اور نفسانی مزاج ہے۔ اور جو شخص شاعر بن کر جیتا رہا ہو، اس کے لیے نبی بن جانا ایسے ہی ہے جیسے کسی مجرے والی اسٹیج سے اتر کر کوئی شخص اچانک محراب و منبر کا امام بننے کا دعویٰ کر دے۔

اس رسالے میں آگے چل کر مرزا غلام قادیانی کی اپنی تحریروں، اشعار اور اعترافات سے دکھایا جائے گا کہ وہ کس قسم کی شاعری کرتا تھا، اس کے موضوعات کیا تھے، اس کا انداز کتنا بازاری اور عاشقانہ تھا، اور یہ سب نبوی شان سے کس قدر بعید ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بیان ہوگا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے اس کا طرزِ زندگی، میل جول اور دلچسپیاں کس نوعیت کی تھیں، اور وہ کیسے عاشقانہ تخلص اختیار کر کے گندی اور بازاری شاعری میں مشغول رہا۔ ان تمام باتوں کے مستند حوالہ جات آگے باقاعدہ ترتیب کے ساتھ پیش کیے جائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ یہ رسالہ کسی کو گالی دینے کے لیے نہیں بلکہ یہ دکھانے کے لیے ہے کہ نبوت ایک پاکیزہ، سنجیدہ اور باوقار منصب ہے، اور جو شخص شاعری، عشق و ہوس، اور بازاری مزاج میں ڈوبا ہوا ہو وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسا شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو اس کا شاعر ہونا ہی اس کے کذاب اور دجال ہونے کی سب سے کھلی دلیل بن جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی بیہودہ شاعری کا ایک نمونہ

غیر مردوں سے مانگنا نطفہ سخت خبث اور نابکاری ہے
غیر کے ساتھ جو کہ سوتی ہے وہ نہ بیوی زن بزاری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے ساری شہوت کی بیقراری ہے
دس سے کروا چکی زنا لیکن پاک دامن ابھی بچاری ہے
لالہ صاحب بھی کیسے احمق ہیں ان کی لالی نے عقل ماری ہے
ہے قوی مرد کی تلاش انہیں خوب جورو کی حق گذاری ہے

(روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 76)

اوپر پیش کیا گیا کلام محض ایک ادبی کمزوری نہیں بلکہ اخلاقی، فکری اور دینی دیوالیہ پن کی کھلی علامت ہے۔ اس نظم میں جو الفاظ، تشبیہیں اور خیالات استعمال ہوئے ہیں وہ نہ صرف شریعتِ اسلامیہ کے مزاج کے خلاف ہیں بلکہ عام انسانی شرافت اور حیا کے بھی منافی ہیں۔ عورت، نکاح، اولاد اور عزت جیسے پاکیزہ موضوعات کو جس بازاری اور شہوانی انداز میں بیان کیا گیا ہے وہ کسی سنجیدہ، مہذب یا دینی مزاج رکھنے والے شخص کے قلم سے نکل ہی نہیں سکتا۔ یہ زبان کوچہ و بازار کی ہے، منبر و محراب کی نہیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ نبوت کا منصب انتہائی پاکیزہ اور باوقار ہے۔ نبی کی زبان سے وہی کلام نکلتا ہے جو ہدایت، اصلاح، تقویٰ اور اخلاق کی بلندی کی طرف لے جائے۔

قرآن نے نبی کے بارے میں واضح کر دیا کہ ''وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ''، یعنی نبی کے شایانِ شان ہی نہیں کہ وہ شاعر ہو، خصوصاً ایسا شاعر جو فحش، شہوانی اور بازاری خیالات کو وزن اور قافیہ میں باندھ کر پیش کرے۔ جو شخص اپنی زبان اور قلم کو عورتوں، زنا، نطفہ اور شہوت جیسے موضوعات میں اس بے حیائی سے استعمال کرے، اس کے بارے میں یہ تصور ہی مضحکہ خیز ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کا نبی یا مامور من اللہ ہو سکتا ہے۔

اس شاعری میں نہ کوئی روحانی پیغام ہے، نہ اخلاقی تربیت، نہ اصلاحِ معاشرہ کا درد۔ اس میں صرف اور صرف شہوانی ذہنیت، عورت کو تماشا بنانے کا انداز اور بازاری ذہن کی جھلک ہے۔ یہ وہی ذہن ہے جو انسان کو شاعر تو بنا سکتا ہے، مگر نبی کبھی نہیں بنا سکتا۔ نبی وہ ہوتا ہے جو نفس کو مارے، شہوت کو قابو میں رکھے، اور انسانیت کو پاکیزگی کی طرف بلائے۔ یہاں اس کے بالکل الٹ منظر ہے نفس کی نمائش، شہوت کی تشہیر اور گندگی کو شاعری کے لبادے میں پیش کرنا۔

یہ نمونہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مزاج نبوی نہیں بلکہ شاعرانہ اور نفسانی تھا۔ اور جو شخص شاعر اور نفسانی مزاج کا مالک ہو، اس کا دعویٰ نبوت خود اسی کی تحریروں سے جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے۔ یوں اس کی یہی بیہودہ شاعری اس کے کذاب اور دجال ہونے کی سب سے زندہ اور شرمناک گواہ بن جاتی ہے۔

مرزا فرخ کی عاشقانہ شاعری

> خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح موعود کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے جسے میں پہچانتا ہوں۔ بعض بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا
ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا مرے دل ! ابھی کچھ پاؤ گے
تم بھی کہتے تھے کہ اُلفت میں مزا ہوتا ہے
ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے
مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اسکے جانے سے صبر دل سے گیا
ہوش بھی ورطہ عدم میں پڑے
سبب کوئی خداوندا بنا دے
کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی
بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہوکر
دلا اک بار شوروغل مچادے
نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی
سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
مرے بت! اب سے پردہ میں رہو تم
کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی
نہیں منظور تھی گر تم کو اُلفت
تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
مری دلسوزیوں سے بے خبر ہو

مرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اسکو دوں یا ہوش یا جاں
کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا
کوئی راضی ہو یا ناراض ہو وے
رضا مندی خدا کی مدعا کر

اس کاپی میں کئی شعر ناقص ہیں یعنی بعض جگہ مصرع اول موجود ہے مگر دوسرا نہیں ہے اور بعض جگہ دوسرا ہے مگر پہلا ندارد۔ بعض اشعار نظر ثانی کیلئے بھی چھوڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور کئی جگہ فرخ تخلص مگر استعمال کیا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 213،214)

دیے گئے حوالے سے درج ذیل 10 بنیادی نکات واضح طور پر نکلتے ہیں:

1. یہ اشعار مرزا غلام احمد کے نوجوانی کے دور کے ہیں، جیسا کہ خود ناقل نے لکھا کہ "غالباً نوجوانی کا کلام ہے"۔

2. یہ کلام ایک نجی کاپی کی صورت میں ملا جو مرزا کے اپنے خط کے ساتھ منسوب ہے اور لکھنے والے نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کی تحریر پہچانتا ہے۔

3. ان اشعار میں خالص عشقیہ اور عاشقانہ مضامین ہیں، جن میں محبوب، ہجر، وصل، عشق، دل، جان اور بے قراری جیسے موضوعات نمایاں ہیں۔

4. شاعری کا مزاج دینی، اصلاحی یا اخلاقی نہیں بلکہ جذباتی، عشقیہ اور نفسانی رنگ رکھتا ہے۔

5. کئی اشعار میں محبوب کو "بت" کہا گیا ہے، جو فکری اور اعتقادی لحاظ سے بھی ایک

خطرناک اور غیر اسلامی تعبیر ہے۔

6. بعض اشعار میں محبوب سے پردے میں رہنے کا مطالبہ اور" خلقت کے کافر ہو جانے" جیسے جملے ملتے ہیں جو شدید جذباتی اور غیر متوازن ذہن کی عکاسی کرتے ہیں۔

7. اس کلام میں جگہ جگہ شدید بے قراری، صدمہ، رونا، ہجر کا غم اور ذہنی اضطراب نمایاں ہے۔

8. خود ناقل کے مطابق یہ شاعری فنی طور پر بھی کمزور ہے: کئی اشعار ناقص ہیں، کہیں پہلا مصرع ہے تو دوسرا نہیں، اور کہیں دوسرا ہے تو پہلا غائب ہے۔

9.. بہت سے اشعار نظرِ ثانی کے لیے چھوڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی با قاعدہ الہامی یا مقدس کلام کے انداز کا نہیں بلکہ ایک عام شاعر کی مشق سخن ہے۔

10. اس کلام میں مرزا نے اپنا تخلص" فرخ" استعمال کیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس دور میں باقاعدہ شاعر کی حیثیت سے اپنی شناخت بنا رہا تھا، نہ کہ کسی نبی یا مصلح کی حیثیت سے۔

اب آئندہ گفتگو میں ہم انہی نکات کو ترتیب سے لے کر، ایک ایک نکتے پر تفصیلی، طنزیہ مگر اصلاحی انداز میں تبصرہ کریں گے۔

نوجوانی کا عشقیہ دور

نکتہ نمبر 1 یہ بتاتا ہے کہ یہ شاعری مرزا غلام قادیانی کی نوجوانی کے زمانے کی ہے، جیسا کہ خود حوالہ دینے والے نے لکھا:" غالباً نوجوانی کا کلام ہے"۔ نوجوانی وہ عمر ہوتی ہے جس میں انسان کے جذبات تیز، خواہشات غالب اور عقل اکثر کمزور ہوتی ہے۔ اسی لیے اس دور کی تحریروں سے انسان کی اصل فطرت، رجحانات اور اندرونی میلان کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

یہاں سوال یہ نہیں کہ نوجوانی میں عشق کرنا یا جذباتی ہونا عجیب بات ہے، سوال یہ ہے کہ جو شخص بعد میں دعویٰ کرے کہ وہ خدا کی طرف سے مامور ہے، نبی یا مسیح ہے، اس کی ابتدائی زندگی کا رخ کس طرف تھا؟ اگر ابتدا ہی سے وہ الٰہی مشن کے لیے چنا ہوا ہوتا تو اس کی جوانی لہو و لعب، عاشقانہ اشعار اور دل، جان، محبوب، ہجر و وصل کی فریادوں میں کیوں گزرتی؟

نبیوں کی زندگی بچپن اور جوانی ہی سے وقار، سنجیدگی، پاکیزگی اور مقصدیت کی آئینہ دار ہوتی ہے، جبکہ یہاں نوجوانی کا تعارف ہی عشق کا روگ، ہجر کا غم، او میرے جانی اور مرے بت جیسے الفاظ سے ہو رہا ہے۔ یہ کسی الٰہی مشن کی تیاری نہیں بلکہ ایک عام بلکہ جذباتی نوجوان کی کہانی لگتی ہے۔

مختصر یہ کہ نکتہ نمبر 1 ہمیں یہ دکھاتا ہے کہ مرزا کا آغاز نہ نبوت کے مزاج سے ہوا، نہ اصلاح کے رنگ سے، بلکہ ایک عام عاشق مزاج نوجوان کی طرح ہوا، اور یہی بعد کے دعووں پر پہلا بڑا سوالیہ نشان بن جاتا ہے۔

عشق کو بیماری اور موت کو علاج کہنا

نکتہ نمبر 2 یہ ہے کہ مرزا کے ان اشعار میں عشق کو ایک روگ اور بیماری کہا گیا ہے، اور اس کی دوا موت کو قرار دیا گیا ہے:

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا
ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے

یہ اندازِ فکر کسی نبی یا مصلح کا نہیں ہو سکتا۔ نبی لوگوں کو زندگی کی طرف بلاتے ہیں، امید دیتے ہیں، حوصلہ دیتے ہیں، اور مشکلات میں جینے کا سلیقہ سکھاتے ہیں۔ یہاں عشق کو ایسی بیماری بتایا جا رہا ہے جس کا علاج صرف مر جانا ہے۔ یہ مایوسی، شکستہ دلی اور جذباتی انتہا پسندی

کی علامت ہے، نہ کہ الٰہی رہنمائی کی۔

یہ شاعری بتاتی ہے کہ شاعر اپنے جذبات کے ہاتھوں مغلوب ہے، عقل اور توازن اس پر حاوی نہیں۔ وہ دکھ کو حکمت اور صبر سے نہیں دیکھ رہا بلکہ اسے فنا اور موت کی طرف موڑ رہا ہے۔ یہ نفسیاتی اور جذباتی کمزوری کی تصویر ہے، نبوت کے وقار اور استقامت کی نہیں۔

مختصر یہ کہ نکتہ نمبر 2 سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلام ایک ٹوٹے ہوئے عاشق کا ہے، جو درد کو زندگی کی اصلاح نہیں بلکہ موت کی تمنا میں بدل دیتا ہے، اور یہ مزاج کسی سچے نبی کے مزاج سے میل نہیں کھاتا۔

عشق میں لذت اور مزید لذت کی خواہش

نکتہ نمبر 3 یہ ہے کہ مرزا کے اشعار میں عشق کو ایک کھیل اور لذت کی چیز بنا کر پیش کیا گیا ہے، جس میں وہ خود کو مزید مزے لینے کی ترغیب دے رہا ہے:

کچھ مزا پایا مرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے
تم بھی کہتے تھے کہ اُلفت میں مزا ہوتا ہے

یہ انداز صاف بتاتا ہے کہ یہاں عشق کو اصلاحِ نفس، پاکیزگی یا روحانی بلندی کا ذریعہ نہیں سمجھا جا رہا بلکہ محض جذباتی اور نفسانی لذت کے طور پر لیا جا رہا ہے۔ شاعر اپنے دل سے کہہ رہا ہے کہ ابھی تو تھوڑا مزا ملا ہے، آگے اور مزا ملے گا، یعنی خواہش کو مزید بھڑکایا جا رہا ہے۔

نبی کا مزاج خواہش کو قابو میں رکھنے، نفس کو سدھارنے اور انسان کو خواہشات کے غلام بننے سے بچانے کا ہوتا ہے۔ یہاں الٹا نفس کو اور چھیڑا جا رہا ہے، اسے مزے کی امید دلا کر آگے بڑھایا جا رہا ہے۔ یہ طرزِ فکر ایک عاشق مزاج شاعر کی ہو سکتی ہے، مگر دعوائے نبوت کے وقار اور ذمہ داری سے اس کا کوئی جوڑ نہیں بنتا۔

اس نکتے سے یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کلام جذباتی اور نفسانی کیفیت کا اظہار

ہے، نہ کہ کسی الٰہی مامور کی زبان، جو انسان کو خواہش سے اوپر اٹھانے آیا ہو۔

ہجر کا غم اور بے قراری

نکتہ نمبر 4 یہ ہے کہ مرزا کے اشعار میں محبوب کے ہجر کو اس طرح بیان کیا گیا ہے جیسے سارا وجود اسی ایک تعلق کے گرد گھوم رہا ہو:

ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے
مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اس کے جانے سے صبر دل سے گیا
ہوش بھی ورطۂ عدم میں پڑے

یہاں جدائی کو ایسا صدمہ بتایا جا رہا ہے کہ صبر جاتا رہا، ہوش ختم ہونے لگا، اور آدمی گویا عدم کے گڑھے میں گر گیا۔ یہ کیفیت شدید جذباتی وابستگی اور نفسانی لگاؤ کی علامت ہے، نہ کہ کسی ایسے شخص کی جو اللہ کی رضا اور بندوں کی ہدایت کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے۔

نبی کا کام لوگوں کو صبر، توکل اور مضبوط کردار کی تعلیم دینا ہوتا ہے۔ اگر خود اس کی زبان سے یہ نکلے کہ ایک انسان کی جدائی نے اسے بے ہوش اور بے صبر کر دیا تو یہ نمونہ تربیت نہیں بلکہ کمزور نفس کی تصویر بن جاتا ہے۔

اس نکتے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلام ایک عام عاشق مزاج انسان کے دل کی آواز ہے، نہ کہ کسی ایسے شخص کی جو نبوت جیسے بلند دعوے کے ساتھ انسانیت کی رہنمائی کا ذمہ دار ہو۔

محبوب کی صورت کی فریاد

نکتہ نمبر 5 یہ ہے کہ مرزا کے اشعار میں محبوب کی ایک جھلک دیکھنے کی آرزو اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ اسے خدا سے مانگنے لگتا ہے:

سبب کوئی خداوندا بنا دے
کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی
بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے

اس کلام میں محبوب کی ملاقات کو زندگی کا سب سے بڑا مقصد بنا دیا گیا ہے، یہاں تک کہ دعا بھی اسی ایک خواہش کے گرد گھوم رہی ہے۔ نبی کی دعا کا مرکز ہدایتِ خلق، اصلاحِ امت اور اللہ کی رضا ہوتی ہے، نہ کہ کسی محبوبہ کی صورت دیکھنے کی تڑپ۔ یہ انداز بتاتا ہے کہ شاعر کا دل نفسانی محبت میں اس قدر الجھا ہوا ہے کہ خدا سے بھی اسی خواہش کی تکمیل مانگ رہا ہے۔ یہ کیفیت کسی داعی، مصلح یا نبی کے شایانِ شان نہیں بلکہ ایک عام عاشق مزاج انسان کی نفسیات کی ترجمانی کرتی ہے۔ اس نکتے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کلام عشقِ مجازی اور نفسانی وابستگی کا آئینہ دار ہے، نہ کہ کسی ایسے شخص کا جسے آسمانی مشن اور روحانی قیادت کا دعویٰ ہو۔

شور و غوغا کی خواہش

نکتہ نمبر 6 یہ ہے کہ مرزا کے اشعار میں صرف وصال یا دید کی خواہش نہیں بلکہ ایک جذباتی ہنگامہ برپا کرنے کی آرزو بھی نظر آتی ہے:

کبھی نکلے گا آخر تنگ ہو کر
دلا اک بار شور و غل مچا دے

یہ مصرعہ بتاتا ہے کہ شاعر کا دل ضبط، وقار اور صبر سے خالی ہو کر جذباتی طوفان چاہتا ہے، یعنی عشق کی آگ میں ایسا شور مچانا کہ اندر کا اضطراب باہر آجائے۔ یہ انداز ایک عام عاشق کی نفسیات تو ہو سکتی ہے مگر کسی مدعیٔ نبوت یا روحانی پیشوا کے شایانِ شان نہیں، کیونکہ نبی کا مزاج وقار، حلم اور ضبطِ نفس کا نمونہ ہوتا ہے، نہ کہ شور، ہیجان اور نفسانی جذبات کا۔ اس نکتے سے

واضح ہوتا ہے کہ یہ شاعری نفس کی بے قراری اور جذباتی بے اعتدالی کی ترجمان ہے، نہ کہ کسی ایسے شخص کی جو لوگوں کو صبر، تقویٰ اور اللہ کی طرف بلانے کا دعویٰ کرے۔

پردہ اور غیرت کا ڈرامائی تصور

نکتہ نمبر 7 یہ ہے کہ مرزا کے اشعار میں محبوب کو پردے میں رکھنے اور غیرت جتانے کا ایک ڈرامائی انداز ملتا ہے:

مرے بت! اب سے پردہ میں رہو تم
کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

اس شعر میں محبوب کو بت کہہ کر پکارنا، پھر یہ کہنا کہ لوگ اس پر فریفتہ ہو کر کافر ہو گئے، ایک عام عاشقانہ مبالغہ ہے جو جذباتی شاعری میں تو چل سکتا ہے مگر کسی ایسے شخص کے لیے موزوں نہیں جو بعد میں دعویٰ کرے کہ وہ اللہ کی طرف بلانے والا اور دین کا نمائندہ ہے۔ یہاں دین کی دعوت یا اخلاقی اصلاح نہیں بلکہ محبوب کی خوبصورتی پر فخر، لوگوں کی دیوانگی پر ناز اور اپنی غیرت کا اظہار ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلام نفسانی جذبوں اور عاشقانہ غیرت کا آئینہ دار ہے، نہ کہ اس مزاج کا جو نبوت، زہد، تقویٰ اور لوگوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرنے سے تعلق رکھتا ہو۔

دل و ہوش کی غیر یقینی کیفیت

نکتہ نمبر 8 یہ ہے کہ مرزا کے اشعار میں جذبات اور ہوش و شعور کی غیر یقینی کیفیت نمایاں ہے، جیسے:

نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی
سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی

اس شعر میں شاعر اپنے ہوش اور عقل کی کمی کو بھی جذباتی عاشقانہ طرز میں بیان کر رہا

ہے۔محبوب کی موجودگی یا جدائی میں شاعر کی عقل متاثر ہو جاتی ہے،اور سب کچھ خدا کی قدرت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ انداز عام عاشقانہ شاعری کا حصہ ہو سکتا ہے،مگر نبی کے لیے یہ نہایت غیر موزوں ہے، کیونکہ نبی کی شان میں ہوش وفراست اور اخلاقی اعتدال ضروری ہیں۔

یہاں مرزا کی شاعری واضح کرتی ہے کہ جذباتی ہلچل اور ذاتی محبت کے زیر اثر اُس کی فکراور بیان غالب ہیں، جو نبوت کے شایان شان نہیں۔

محبوب کے لیے خدائی رضا کی تاویل

نکتہ نمبر 9 میں مرزا اپنے اشعار میں محبوب کی رضا اور ناپسندیدگی کو براہِ راست اللہ کی رضا سے جوڑتا ہے، جیسے:

رضا مندی خدا کی مدعا کر

یہاں شاعر اپنے ذاتی عاشقانہ خواہشات کو خدائی تقدیر کے قالب میں پیش کر رہا ہے۔ یعنی محبوب کی رضامندی یا انکار کو اللہ کی رضا کے ساتھ جوڑ کر بیان کر رہا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ذاتی اور جسمانی جذبات کو مذہبی وخدائی رنگ دے کر پیش کیا جا رہا ہے۔

نبوت اور الہامی شخصیت کے لیے یہ انتہائی غیر مناسب ہے، کیونکہ نبی کی زندگی اور بیان میں ذاتی جنسی یا عاشقانہ خواہشات کو خدائی ارادے کے ساتھ ملا کر پیش نہیں کیا جاتا۔ یہاں مرزا کی شاعری واضح طور پر ذاتی شہوانی رجحانات کو مذہبی حیثیت دینے کی کوشش ہے، جو اس کی کذب و دجالیت کی نشاندہی کرتا ہے۔

ذاتی راز اور عشق کا خدائی بہانہ

نکتہ نمبر 10 میں مرزا اپنے اشعار میں ذاتی راز اور دلی جذبات کو بھی خدا کے حکم سے جوڑ کر پیش کرتا ہے، جیسے:

دل اپنا اسکو دوں یا ہوش یا جاں

کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا

یہاں شاعر اپنے اندرونی شہوانی یا عاشقانہ کشمکش کو خدائی حکم یا الہام کے ساتھ جوڑ کر اسے جواز دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ ایک قسم کی فریب کاری ہے، کیونکہ حقیقی الہامی شخصیت میں ذاتی جذبات یا خواہشات کو خدا کی مرضی کے ساتھ ملا کر پیش نہیں کیا جاتا۔

لہٰذا یہ نکتہ بھی مرزا کی شاعری کے فریب، ذاتی شہوانی رجحانات، اور دعویٰ نبوت کے متصادم رویے کی واضح دلیل ہے۔

مرزا قادیانی کا شاعرانہ رویہ اور نبی کی صفات

سابقہ تمام نکات اور حوالہ جات کو مدنظر رکھتے ہوئے واضح طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ:

1. نبی کی صفات میں طہارت، عصمت، اور اخلاقی بلندی لازمی ہیں۔ قرآن و حدیث میں بارہا واضح کیا گیا ہے کہ نبی اپنے جذبات، خواہشات، اور خواہشات نفس کو اللہ کے حکم کے سوا نہیں چلنے دیتے۔ نبی شاعر یا عاشقانہ جنسی جذبات کے قائل یا اس کے اظہار میں مبتلا نہیں ہوتے۔

2. مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نوجوانی اور شادی کے وقت جسمانی کمزوری، نامردی، اور متعدد امراض کے باوجود عاشقانہ اور بیہودہ شاعری کی، جس میں شہوانی محبت، طوائفوں کے ساتھ تعلقات، اور ذاتی جذبات کی کھلی عکاسی موجود ہے۔

3. اس نے فرخ تخلص اختیار کیا اور ایسے اشعار تخلیق کیے جن میں عشق، شہوت، اور ذاتی خواہشات کو مقدس یا الہامی رنگ دینے کی کوشش کی گئی۔ یہ رویہ نہ صرف اخلاقی لحاظ سے ناپسندیدہ ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق نبی کے لئے نامناسب اور ناقابل قبول ہے۔

4. تاریخی حوالہ جات اور خود مرزا کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لاہور کے ساغر

صدیقی یا دیگر ناکام عاشقوں کی طرح گلیوں، محافل، اور طوائفوں کے کوٹھوں میں گھومتا رہا، اپنی جذباتی اور جسمانی خواہشات کو شاعرانہ انداز میں بیان کرتا رہا، اور اپنی ذاتی کمزوریوں اور نامردی کو خدا کے حکم یا الہام کے ساتھ جوڑ کر پیش کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

نتیجہ:

نبی اپنے اخلاق، کردار اور اعمال سے امت کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ جو شہوانی خواہشات اور ذاتی جذبات کو شاعری یا طوائفوں کی محافل میں ظاہر کرتے ہیں، اللہ کے نبی کے صفات کے مطابق نہیں ہو سکتے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ رویہ واضح کرتا ہے کہ وہ نہ صرف دعوئ نبوت کے لحاظ سے مشکوک ہیں بلکہ ان کا اخلاق اور کردار بھی نبی کی صفات کے بالکل برعکس ہے۔

لہٰذا قرآن و حدیث کی روشنی میں، کوئی نبی ایسی زندگی نہیں گزارتا اور نہ ایسے بیہودہ و عاشقانہ رویے رکھتا۔ مرزا قادیانی کی یہ شاعری اور ذاتی رویہ اس کی دعوئ نبوت کی بے بنیادی اور جھوٹ کو واضح کرتا ہے۔

دیوان فرخ قادیانی

خاکسار عرض کرتا ہے شیخ یعقوب علی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے اپنے والد صاحب کو مندرجہ ذیل خط لکھا تھا۔

حضرت والد مخدوم من سلامت ! مراسم غلامانہ و قواعد فدویانہ بجا آوردہ معروض حضرت والا میکند چونکہ در میں ایام برای العین می بینم و چشم سر مشاہدہ میکنم کہ در ہمہ ممالک و بلاد ہر سال چناں وبائے می

افتد که دوستان را از دوستان و خویشان را از خویشان جدا میکند و هیچ سالے نه می بینم که ایں نائزہ عظیم و چنیں حادثه الیم در آن سال شور قیامت نیگفتند - نظر بر آن دل از دنیا سرد شده و رواز خوف جان زرد۔ واکثر ایں دو مصرع مصلح الدین سعدی شیرازی بیاد می آیند و اشک حسرت ریخته می شود مکن تکیه بر عمرنا پا ئیدار مباش ایمن از بازی روزگار و نیز این دو مصرع ثانی از دیوان فرخ قادیانی نمک پاش جراحت دل میشود بدنیائے دوں دل مبند اے جواں که وقت اجل میرسد ناگہاں لہذا میخواهم که بقیه عمر در گوشته تنهائی نشینم و دامن از صحبت مردم چینم و بیادا وسبحانه مشغول شوم مگر گذشته را عذرے و مافات را تدار کے شود۔ عمر بگذشت و نماند است جز آیا می چند به که در یاد کسے صبح کنم شامے چند که دنیارا اساسے محکم نیست و زندگی را اعتبارے نے وَاَیسَ مَنْ خَافَ عَلٰی نَفْسِهِ مِنْ آفَتِ غَیْرِہِ والسلام

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے شیخ صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے یہ روایت کہاں سے لی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مرزا سلطان احمد صاحب نے مجھے چند پرانے کاغذات دیئے تھے جن میں سے حضرت کی یہ تحریر کی تھی لیکن خاکسار کی رائے میں اگر حضرت صاحب کی صرف تحریر ملی ہے تو اس سے یہ استدلال ضروری نہیں ہوتا کہ آپ نے یہ خط اپنے والد صاحب کے پیش بھی کیا تھا بلکہ خط کے نیچے دستخط اور تاریخ کا نہ ہونا اس شبہ کو قوی کرتا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 235،235، روایت نمبر 261)

آیئے! اس حوالے کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔سب سے پہلے فارسی عبارت کا اردو ترجمہ پیش کرتا ہوں، پھر دیوان فرخ قادیانی اور اس کے معنوی و تاریخی پہلو پر تفصیلی کلام کرتے ہیں۔

اردو ترجمہ فارسی عبارت:

''حضرت والد مخدوم، آپ سلامت رہیں! غلامانہ مراسم اور فرائض میں جو گزارش آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے، وہ شاید بجا نہ لائی گئی ہو، لیکن میں نے اپنے آنکھوں سے یہ دیکھا ہے اور نظر سے مشاہدہ کیا ہے کہ ہر ملک و ہر علاقے میں ہر سال ایسی وبائیں آتی ہیں جو دوستوں کو دوستوں سے اور رشتہ داروں کو رشتہ داروں سے جدا کر دیتی ہیں، اور کوئی سال ایسا نہیں گزرا کہ اس بڑے المیہ اور دردناک حادثے پر قیامت کی شور وغوغا نہ کی گئی ہو۔اس دل پر نظر ڈالیں، دنیا سے سرد ہو چکی ہے اور جان خوف سے زرد ہو گئی ہے۔اکثر مجھے مصلح الدین سعدی شیرازی کے یہ دو مصرع یاد آجاتے ہیں اور اشک حسرت بہہ جاتے ہیں:

''مکن تکیہ برعمر ناپایدار مباش ایمن از بازی روزگار''

اور پھر دیوان فرخ قادیانی کے یہ دو مصرع دل کی جراح پر نمک چھڑکتے ہیں:

''بدنیائے دون دل مبند اے جوان کہ وقت اجل رسد ناگہاں''

لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ باقی عمر تنہائی میں گزاروں اور لوگوں کی صحبت سے دور رہوں اور یاد و ذکر و سبحان اللہ میں مشغول رہوں، تا کہ ماضی کی خطائیں اور نقصان کی تلافی ہو سکے۔ عمر گزر چکی ہے اور کچھ باقی نہیں رہا، سو بہتر ہے کہ چند صبحیں کسی کے یاد میں گزاروں اور چند شامیں دنیا کی بنیادوں پر نہ ٹکا رہوں، کیونکہ زندگی کا اعتبار کچھ نہیں اور دنیا کی بنیاد بھی مضبوط نہیں، اور وہی پُرسکون ہے جو اپنی جان پر غیر کے آفت سے خوف نہ کرے۔ والسلام۔''

دیوان فرخ قادیانی کا تفصیلی بیان

ا.مجموعہ اور دور:

دیوان فرخ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کے پرانے کلام کا مجموعہ ہے، جس میں فارسی اور بعض جگہ اردو کے اشعار شامل ہیں۔ اس دیوان کا زیادہ تر مواد اس کی نوجوانی اور ابتدائی دور کی شاعری کا ہے، جب وہ اپنی ذاتی کیفیت اور جذبات کو شاعری میں ظاہر کرتا تھا۔

۲.اسلوب اور موضوعات:

زیادہ تر اشعار میں عشق و محبت، تنہائی، دنیا کی فانی نوعیت، اور مرگ و اجل کا ذکر ملتا ہے۔

دیوان میں ذاتی جذبات، احساس کمتری، اور مایوسی کی جھلک واضح ہے، جیسا کہ مذکورہ خط میں دکھائی دیتا ہے۔

بعض اشعار تنہائی، مراقبہ اور روحانی تفکر کی طرف اشارہ کرتے ہیں، لیکن اس کا ادبی اسلوب زیادہ تر خود غرض اور جذباتی ہے۔

۳.عاشقانہ اور خود غرضانہ شاعری:

مرزا قادیانی کی شاعری میں اپنے جذبات کی بھرپور عکاسی ہے۔نوجوانی میں وہ اپنی محبت اور عشق کی کیفیت کو شاعری میں ظاہر کرتا رہا۔اس دور میں اس نے اپنے تخلص "فرخ" کے ساتھ شاعری کی، جس میں بعض جگہ عاشقانہ جذبات اور دنیا کی ناپائیداری کا ذکر ہے۔

۴.دینی اور روحانی تناظر:

دیوان میں روحانیت اور دینی اصطلاحات بھی استعمال ہوئی ہیں،لیکن یہ زیادہ تر ذاتی تجربے اور جذبات کی عکاسی ہیں۔

خطوط اور اشعار میں اللہ کی قدرت اور زندگی کی فانی نوعیت کا ذکر ملتا ہے،مگر یہ شاعری اور دعویٰ نبوت کے درمیان فرق واضح نہیں کرتی۔

۵.اہمیت اور حوالہ جات:

یہ دیوان ہمیں مرزا قادیانی کی ذاتی نفسیاتی کیفیت، جذبات، اور جوانی کے تجربات سے آگاہ کرتا ہے۔

خطوط اور اشعار کے ذریعے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے نوجوانی میں جذبات اور عشق کو شاعری میں ڈھالا، اور اس کے اسلوب میں بعض جگہ خودغرضی اور مبالغہ پائی جاتی ہے۔

فرخ تخلص

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے کہ والد صاحب اردو اور فارسی کے شعر کہا کرتے تھے اور فرخ تخلص کرتے تھے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 200 روایت نمبر 194)

مرزا قادیانی کا تخلص "فرخ" اور شاعری کا پس منظر

یہ نکتہ اس لیے اہم ہے کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے شاعری کو نہ صرف ذاتی اظہار کے لیے استعمال کیا بلکہ ایک مخصوص تخلص کے ساتھ اپنی شاعری کی ایک پہچان بھی بنائی۔ نوجوانی میں عشق و محبت، تنہائی اور دنیا کی فانی نوعیت پر مبنی ان کے اشعار اکثر خود غرضانہ اور جذباتی تھے، جو اس کے کاذب نبوت کے دعوے کے تناظر میں دینی و اخلاقی تنقید کا حصہ بنتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ "فرخ" تخلص کے ساتھ اس کے اشعار کو تاریخی اور تنقیدی مطالعے میں شامل کیا جاتا ہے، تاکہ مرزا قادیانی کی شخصیت کے متعدد پہلو، جیسے عاشقانہ اور جذباتی شاعری، علمی اور روحانی دعوے، ایک ساتھ سامنے آئیں۔

رسالہ "مرزا قادیانی مسیح شاعر" کا خلاصہ

اس رسالے میں ثابت کیا گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی، جو خود کو نبی اور مسیح کہلوانے کا دعویٰ کرتا تھا، نوجوانی اور بعد کے دور میں نہ صرف بے حیائی اور اخلاقی گراوٹ میں مبتلا رہا بلکہ اپنی شاعری کے ذریعے اس فحش اور عاشقانہ رجحان کو ظاہر کرتا رہا۔ اس نے فرخ تخلص کے ساتھ نہ صرف عشقیہ اور فحش اشعار کہے بلکہ طوائفوں کے کوٹھے پر جانا، حرام محافل اور مجرے دیکھنا، شراب نوشی اور زناکاری جیسے اعمال میں ملوث رہا۔ یہ سب اعمال اور شاعری واضح کرتے ہیں کہ نبی کو یہ سب گندی عادات، بے حیائی اور فحش مزاجی سے پاک ہونا ضروری ہے جیسا کہ قرآن و حدیث میں ثابت ہے، اور مرزا قادیانی کا یہ رویہ اس کے کذب و دجالی دعوے اور نبوت کے دعوے کے باطل ہونے کا پختہ ثبوت ہے۔ اس رسالے کے حوالہ جات اور تنقیدی جائزے نے نہ صرف اس کے شاعری کے بیہودہ اور فحش پہلو کو عیاں کیا بلکہ اس کے اخلاقی اور روحانی زوال کو بھی واضح طور پر پیش کیا۔

نوٹ برائے حوالہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی مذکورہ اخلاقی وفحش کرتوتیں، شراب نوشی، زنا کاری، طوائفوں کے کوٹھے پر جانا، اور گندی شاعری کے اعمال ہماری دو کتابوں میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ ان کے مکمل واقعات اور حوالہ جات کے لیے قارئین ملاحظہ فرمائیں:

پہلی کتاب «مرزا قادیانی چوہڑہ» اور دوسری کتاب «مرزا قادیانی اِن ہیرا منڈی»۔ یہ دونوں کتابیں اس مدعی نبوت کی بے حیائی اور اخلاقی زوال کو مستند حوالہ جات کے ساتھ آشکار کرتی ہیں۔

ایک بدکار عورت کو خوف ہوتا تھا کہ اگر وہ فحش پیشہ اختیار کرے گی تو اسے قانون دکھائی کی سخت آزمائش بھی برداشت کرنی پڑے گی۔ بہت سی عورتیں اسی خوف کی وجہ سے اپنی زندگی خراب کرنے سے بچ رہتی تھیں۔ اس زمانہ میں جبکہ دکھائی کا طریق بند ہے۔ مرض آتشک کے ادویات کے اشتہارات کثرت سے شائع ہوتے ہیں۔ جو اس امر کا کافی ثبوت ہیں کہ ملک میں مرض آتشک بہت پھیلا ہوا ہے اول تو ہمیں اس خراب فرقہ کے وجود سے ہی سخت اختلاف ہے مگر ایسے زمانہ میں جبکہ اخلاق اور مذہب کی سخت کمزوری ہو رہی ہے یہ امید کرنا فضول ہے کہ یہ شیطانی فرقہ نیست و نابود ہو جائے گا۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ان کے لئے کوئی ایسا قانون بنایا جائے جس سے یہ اخلاق اور مذہب کو بگاڑنے کے علاوہ عوام کی صحت کو ہمیشہ کے لئے خراب کرنے کے قابل نہ رہ سکیں اور وہ قانون صرف قانون دکھائی ہی ہے۔ ہم نہایت شکر گزار ہوں گے اگر دوبارہ ہند میں قانون دکھائی جاری کیا جاوے گا۔ مگر یہ شرط ضرور ساتھ ہے کہ گورہ لوگوں کے لئے یورپین رنڈیاں بہم پہنچائی جاویں۔ یقین ہے کہ گورنمنٹ ہند اور معزز ہمعصران اس معاملہ پر ضرور توجہ اور غور فرماویں گے۔

جن کو رسم نیوگ پیاری ہے — دین و دنیا میں ان کی خواری ہے
جس کے دیں میں ہے ایسی بے شرمی — عقل و تہذیب سے وہ عاری ہے
جن کو آتی نہیں نیوگ سے عار — ان کی شیطان نے عقل ماری ہے
بید کی کھل گئی حقیقت کل — اب تو ناحق کی پردہ داری ہے
جس کے باعث یہ گندگی پھیلی — وہ تو اک خبث کی پٹاری ہے
دوسرا بیاہ کیوں حرام نہ ہو — جبکہ رسم **نیوگ** جاری ہے
کیوں نہ پوشیدہ ہو نیوگ کی رسم — اس کے اظہار میں تو خواری ہے
چپکے چپکے حرام کروانا — آریوں کا اصول بھاری ہے
آد سے یہ خبیث اور بد رسم — بید کے خادموں میں ساری ہے

زن بیگانہ پر یہ شیدا ہیں	جس کو دیکھو وہی **شکاری** ہے
لائق سوختن ہیں ان کے مرد	ان کی ناری ہر ایک ناری ہے
واہ وا کیا دھرم ہے کیا **ایمان**	جس میں واجب **حرام کاری** ہے
آریو ! دل میں غور سے سوچو	شرم و **غیرت** کہاں تمہاری ہے
جس کو کہتے ہیں آریوں میں نیوگ	ناک کے کاٹنے کی آری ہے
کچھ نہیں سوچتے یہ دشمن شرم	کہ یہ پوشیدہ ایک یاری ہے
مرتکب اس کا ہے بڑا دیوث	اعتقاد اس پہ بدشعاری ہے
غیر مردوں سے مانگنا نطفہ	**سخت خبث** اور نابکاری ہے
غیر کے ساتھ جو کہ سوتی ہے	وہ نہ بیوی زن بزاری ہے
ہے وہ چنڈال دشٹ اور پاپی	جفت اس کی کوئی چماری ہے
ہیں کروڑوں نیوگ کے بچے	آریہ دیس میں یہ خواری ہے
ایسی اولاد پر خدا کی مار	یہ نہ اولاد قہر باری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے	ساری شہوت کی بیقراری ہے
بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط	یار کی اس کو آہ و زاری ہے
دس سے کرواچکی زنا لیکن	پاک دامن ابھی بچاری ہے
لالہ صاحب بھی کیسے احمق ہیں	ان کی لالی نے عقل ماری ہے
گھر میں لاتے ہیں اس کے یارونکو	ایسی جورو کی پاسداری ہے
اس کے یاروں کو دیکھنے کے لئے	سر بازار ان کی باری ہے
جورو جی پر فدا ہیں یہ جی سے	وہ **نیوگی** پہ اپنے واری ہے
شرم و غیرت ذرا نہیں باقی	کس قدر ان میں بُردباری ہے
ہے قوی مرد کی تلاش انہیں	خوب جورو کی حق گذاری ہے

تا کہ کروائیں پھر اسے گندی پاک ہونے کی انتظاری ہے
یعنی حیض سے پاک ہونے کی انتظاری ہے
خاک میں ملتے ہیں پسر کے لئے کیا مزاجوں میں خاکساری ہے
قابل شرم بھیک لیتے ہیں بھیک کی رسم یہ نیاری ہے
گھر بہ گھر ہیں نیوگ کے چرچے نہ حیا ہے نہ شرمساری ہے
گو زمانہ میں روشنی پھیلی ان پہ اندھیرا اب بھی طاری ہے
کیا کریں وید کا یہی ہے حکم ترک کرنا گناہ گاری ہے
ہے یہ قرآن کی دشمنی کا وبال
بالیقین رائے یہ ہماری ہے

بعض آریہ اپنے تئیں نہایت منصف مزاج ظاہر کر کے کہا کرتے ہیں کہ درحقیقت ہم بھی نیوگ کو نہایت ناپاکی کا طریق سمجھتے ہیں اور جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں ہم دیانند کی ساری باتوں کے پیرو نہیں یہ صرف دیانند کا خیال ہے اور وید مقدس کا دامن اس سے پاک ہے۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ کوئی بھلا مانس ایسی گندی حرکت کرے اور اگر وید میں یہ گندی تعلیم ہوتی تو بڑے بڑے وِدّیا دان کیونکر اس کو مانتے۔ اور نیز اگر وید میں ایسی گندی تعلیم ہوتی تو عمدہ تعلیمیں کیونکر اس میں درج ہوسکتیں۔ سو ان صاحبوں کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ دیانند کی واقفیت آپ لوگوں کی واقفیت سے بہت زیادہ تھی اور وہ بھی آپ لوگوں کی طرح وید کے لئے غیرت رکھتا تھا۔ پس اگر وید میں یہ مسئلہ یقینی اور واقعی طور پر نہ ہوتا تو وہ دانستہ ایسا کلنک وید پر ہرگز نہ لگاتا بلکہ اگر اس کیلئے ممکن ہوتا تو وہ آپ لوگوں سے ہزار حصہ زیادہ کوشش کرتا کہ تا یہ گندی تعلیم وید کی ظاہر نہ ہو۔ اب خود سوچنا چاہئے کہ دیانند کو کیا کچھ مشکلات پیش آئے اور خدا جانے کس قدر صراحت سے اور کھلے کھلے طور پر نیوگ کی تعلیم اس نے وید میں دیکھی جس کو وہ کسی حیلہ اور تدبیر سے چھپا نہ سکا آخر اس کو اقرار کرنا ہی پڑا اور اس بات پر جم گیا کہ خیر نیوگ میں کچھ مضائقہ نہیں۔

جان کے قادیان تشریف لانے سے پہلے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔)

﴿226﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ دادا صاحب نے طب کا علم حافظ روح اللہ صاحب باغبانپورہ لاہور سے سیکھا تھا۔ اسکے بعد دہلی جا کر تکمیل کی تھی۔

﴿227﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے نے کہ ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بیان کیا کہ دادا صاحب کی ایک لائبریری تھی جو بڑے بڑے پٹاروں میں رہتی تھی۔ اور اس میں بعض کتابیں ہمارے خاندان کی تاریخ کے متعلق بھی تھیں۔ میری عادت تھی کہ میں دادا صاحب اور والد صاحب کی کتابیں وغیرہ چوری نکال کر لے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ والد صاحب اور دادا صاحب بعض وقت کہا کرتے تھے کہ ہماری کتابوں کو یہ ایک چوہا لگ گیا ہے۔

﴿228﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے جسے میں پہچانتا ہوں۔ بعض بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا — ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا مرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے — تم بھی کہتے تھے کہ اُلفت میں مزا ہوتا ہے
ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے — مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اسکے جانے سے صبر دل سے گیا — ہوش بھی ورطۂ عدم میں پڑے
سبب کوئی خداوندا بنا دے — کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی — بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہوکر — دلا اک بار شوروغل مچادے
نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی — سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
مرے بت! اب سے پردہ میں رہو تم — کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

نہیں منظور تھی گر تم کو اُلفت تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
مری دلسوزیوں سے بے خبر ہو مرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اسکو دوں یا ہوش یا جاں کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا
کوئی راضی ہو یا ناراض ہو وے رضامندی خدا کی مدعا کر

اس کاپی میں کئی شعر ناقص ہیں یعنی بعض جگہ مصرع اول موجود ہے مگر دوسرا نہیں ہے اور بعض جگہ دوسرا ہے مگر پہلا ندارد۔ بعض اشعار نظر ثانی کیلئے بھی چھوڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور کئی جگہ فرخ تخلص استعمال کیا ہے۔

﴿229﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے کہ تایا صاحب کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی اور کئی دن تک جشن رہا تھا اور ۲۲ طائفے ارباب نشاط کے جمع تھے مگر والد صاحب کی شادی نہایت سادہ ہوئی تھی۔اور کسی قسم کی خلاف شریعت رسوم نہیں ہوئیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بھی تصرف الٰہی تھا ورنہ دادا صاحب کو دونوں بیٹے ایک سے تھے۔(نیز یہ طائفے ان لوگوں کی وجہ سے آئے ہوں گے جو ایسے تماشوں میں دلچسپی رکھتے ہیں ورنہ خود دادا صاحب کو ایسی باتوں میں شغف نہیں تھا۔)

﴿230﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے کہ ہماری دادی صاحبہ بڑی مہمان نواز۔سخی اور غریب پرور تھیں۔

﴿231﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے کہ میں نے سنا ہوا ہے کہ ایک دفعہ والد صاحب سیشن عدالت میں اسیسر مقرر ہوئے تھے مگر آپ نے انکار کر دیا۔(اس جگہ دیکھو روایت نمبر ۳۱۳)

﴿232﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے کہ آخری عمر میں دادا صاحب نے ایک مسجد تعمیر کروانے کا ارادہ کیا اور اسکے لئے موجودہ

صاحب ایم۔اے، کہ دادا صاحب ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب کو کرسی دیتے تھے۔یعنی جب وہ دادا صاحب کے پاس جاتے تو وہ ان کو کرسی پر بٹھاتے تھے لیکن والد صاحب جا کر خود ہی نیچے صف کے اوپر بیٹھ جاتے تھے۔کبھی دادا صاحب ان کو اوپر بیٹھنے کو کہتے تو والد صاحب کہتے کہ میں اچھا بیٹھا ہوں۔

﴿193﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے، کہ والد صاحب کا دستور تھا کہ سارا دن الگ بیٹھے پڑھتے رہتے تھے۔اور ارد گرد کتابوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔شام کو پہاڑی دروازے یعنی شمال کی طرف یا مشرق کی طرف سیر کرنے جایا کرتے تھے۔

﴿194﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے، کہ والد صاحب اردو اور فارسی کے شعر کہا کرتے تھے اور فرخ تخلص کرتے تھے۔

﴿195﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے، کہ والد صاحب دادا صاحب کی کمال تابعداری کرتے تھے۔افسروں وغیرہ کے ملنے کو خود طبیعت ناپسند کرتی تھی۔لیکن دادا صاحب کے حکم سے کبھی کبھی چلے جاتے تھے۔

﴿196﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے نے، کہ میں نے مرزا سلطان احمد صاحب سے پوچھا کہ حضرت صاحب کے ابتدائی حالات اور عادات کے متعلق آپ کو جو علم ہو وہ بتائیں تو انہوں نے جواب دیا کہ والد صاحب ہر وقت دین کے کام میں لگے رہتے تھے۔گھر والے اُن پر پورا اعتماد کرتے تھے۔گاؤں والوں کو بھی اُن پر پورا اعتبار تھا۔شریک جو ویسے مخالف تھے۔اُن کی نیکی کے اتنے قائل تھے کہ جھگڑوں میں کہہ دیتے تھے کہ جو کچھ یہ کہہ دیں گے ہم کو منظور ہے۔ہر شخص اُن کو امین جانتا تھا۔مولوی صاحب کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ کچھ اور بتایئے۔مرزا صاحب نے کہا اور بس یہی ہے کہ والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری بلکہ فقیر کے طور پر گزاری۔اور مرزا صاحب نے اسے بار بار دہرایا۔مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے دریافت کیا کہ کیا حضرت صاحب کبھی کسی پر ناراض بھی ہوتے تھے؟ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ اُن کی ناراضگی بھی صرف دینی معاملات میں ہوتی تھی۔بعض

رائیگاں گیا مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اسکے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے پس یہ خیال ہے جو مجھے آجکل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا۔

﴿259﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی شہادت کی خبر آئی تو ایک طرف تو حضرت صاحب کو سخت صدمہ پہنچا کہ ایک مخلص دوست جدا ہو گیا اور دوسری طرف آپکو پرلے درجہ کی خوشی ہوئی کہ آپ کے متبعین میں سے ایک شخص نے ایمان و اخلاص کا یہ اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ سخت سے سخت دکھ اور مصائب جھیلے اور بالآخر جان دیدی مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

﴿260﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ جس وقت مولوی عبداللطیف صاحب واپس کابل جانے لگے تو وہ کہتے تھے کہ میرا دل یہ کہتا ہے کہ میں اب زندہ نہیں رہوں گا۔ میری موت آن پہنچی ہے اور وہ حضرت صاحب کی اس ملاقات کو آخری ملاقات سمجھتے تھے۔ جب رخصت ہونے لگے اور حضرت صاحب ان کو آگے چھوڑنے کیلئے کچھ دور تشریف لے گئے تو وہ رخصت ہوتے ہوئے حضرت صاحب کے قدموں پر گر گئے اور زار زار روئے۔ حضرت صاحب نے ان کو اُٹھنے کیلئے کہا اور فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے مگر وہ آپ کے قدموں پر گرے رہے آخر آپ نے فرمایا **اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ** اس پر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور بڑی حسرت کے ساتھ حضرت صاحب سے رخصت ہوئے۔ (خاکسار عرض کرتا ہے کہ ان دنوں میں چونکہ قادیان میں ریل نہیں آئی تھی۔ آمد و رفت کے لئے بٹالہ اور قادیان کے درمیان کا کچا رستہ استعمال ہوتا تھا۔ اور حضرت صاحب بعض خاص خاص دوستوں کو رخصت کرنے کے لئے اسی راستہ کے موڑ تک یا بعض اوقات نہر تک پیدل چلے جاتے تھے۔)

﴿261﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے شیخ یعقوب علی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے اپنے والد صاحب کو مندرجہ ذیل خط لکھا تھا۔

''حضرت والد مخدوم من سلامت ! مراسم غلامانہ وقواعد فدویانہ بجا آوردہ معروض حضرت والا میکند چونکہ دریں ایام برأی العین می بینم وبچشم سر مشاہدہ میکنم کہ در ہمہ ممالک وبلاد ہر سال چناں وبائے مے افتد کہ دوستاں را از دوستاں وخویشاں را از خویشاں جدا میکند وہیچ سالے نہ می بینم کہ ایں نائرہ عظیم وچنیں حادثہ الیم درآں سال شور قیامت نیگفند ۔نظر برآں دل از دنیا سرد شدہ ورو از خوف جان زرد۔ واکثر ایں دو مصرع مصلح الدین سعدیؒ شیرازی بیاد می آیند واشک حسرت ریختہ مے شود ۔

مکن تکیہ بر عمرنا پائیدار مباش ایمن از بازئ روزگار

ونیز ایں دو مصرع ثانی از دیوان فرخ قادیانی نمک پاش جراحت دل میشود ۔

بدنیائے دوں دل مبند اے جواں کہ وقتِ اجل میرسد ناگہاں

لہٰذا میخواہم کہ بقیہ عمر در گوشۂ تنہائی نشینم ودامن از صحبت مردم بچینم وبیاد او سبحانہ مشغول شوم مگر گذشتہ را عذرے ومافات را تدارکے شود ۔

عمر بگذشت ونماند است جز ایامے چند بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

کہ دنیارا اساسے محکم نیست وزندگی را اعتبارے نے وَاَیِسَ مَنْ خَافَ عَلٰی نَفْسِہٖ مِنْ آفَتِ غَیْرِہٖ والسلام

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے شیخ صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے یہ روایت کہاں سے لی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مرزا سلطان احمدؐ صاحب نے مجھے چند پرانے کاغذات دیئے تھے جن میں سے حضرت کی یہ تحریر نکلی تھی ۔لیکن خاکسار کی رائے میں اگر حضرت صاحب کی صرف تحریر ملی ہے تو اس سے یہ استدلال ضروری نہیں ہوتا کہ آپ نے یہ خط اپنے والد صاحب کے پیش بھی کیا تھا بلکہ خط کے نیچے دستخط اور تاریخ کا نہ ہونا اس شبہ کو قوی کرتا ہے۔

﴿262﴾ **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** ۔بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت صاحب کی دائی کا نام لاڈو تھا اور وہ ہاکونا کو بروالوں کی ماں تھی ۔جب میں نے اسے دیکھا تھا تو وہ بہت بوڑھی ہو چکی تھی ۔مرزا

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان ومذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی وعلمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔ موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی وانتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 20، 30 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقۂ جاریہ میں حصہ لیں۔ آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہوسکتا ہے۔ فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے: (00923247448814) اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت وسلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مخیر حضرات متوجہ ہوں!

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ہمارے اس رسالے اور دیگر دینی مطبوعات کی اشاعت میں تعاون فرمائیں، تاکہ یہ کتب مسلمانانِ اہلِ حق کے لیے قادیانیت کے فتنہ کو سمجھنے اور اپنے عقائد کے تحفظ میں مؤثر ثابت ہوں۔ اگر آپ اس رسالے کی طباعت میں حصہ لینا چاہیں تو براہِ کرم ہمارے فراہم کردہ واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔


+923247448814

ہماری دیگر کتب کی فہرست

قادیانی توحید
قادیانی کلمہ
قادیانی کذاب
مرزا قادیانی کے 200 جھوٹ
مرزا قادیانی کی بیان کردہ ضعیف احادیث
مرزا قادیانی چوہڑہ
عقیدہ ختم نبوت
معراج جسمانی (قادیانی اعتراضات کے جوابات)
قادیانی کرتوتیں
قادیانی عقیدہ اجرائے نبوت
عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام
قادیانی عقیدہ وفاتِ مسیح علیہ السلام
عقیدہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ
قادیان کا جعلی امام مہدی
مرزا قادیانی مسیح بیماری
مرزا قادیانی کتی دا بچہ
مرزا قادیانی زانی
مرزا قادیانی شرابی
مرزا قادیانی ٹھرکی
مرزا قادیانی حرامی
مرزا قادیانی مسیح گالی باز
زانی ابن زانی (مرزے کا بیٹا بشیر)
مرزا قادیانی دیوث
مرزا قادیانی مسیح ٹٹی موتر
مرزا قادیانی سدومی
مرزا قادیانی مسیح ٹھگ
مرزا قادیانی مسیح افیمی
مرزا قادیانی نامرد
بندروں سوروں کی جماعت احمدیہ
قادیانی نماز
قادیانی مرزا کی مقعد کے چمونے
قادیانی فرشتے
قادیانی فرقے
قادیانیوں کی پہچان
قادیانی مسیح اِن ہیرا منڈی
مرزا قادیانی چور
مرزا قادیانی ابو دارس
مرزا قادیانی مراقی
مرزا قادیانی کی پیدائش
قاضی یار محمد قادیانی کے کارنامے

ان تمام کتب کے حصول کے لیے ہمارے وٹس ایپ پر رابطہ کریں۔